بسم الله الرحمن الرحيم — نحمده ونصلي على رسوله الكريم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۴	بابت ماہ اپریل ۱۹۱۶ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ	جلد ۱۱

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام عار طلباء عہ

غیر ممالک سے عار

باہتمام شیخ محمد عبدالرحمن صاحب مینجر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا۔ اور چودھری عبدالسلام صاحب پبلشر نے انجمن تشحیذ الاذہان کی طرف سے شائع کیا

کیا آپ چاہتے ہیں۔ کہ خدانخواستہ تشحیذ بند کر دیا جائے؟

معزز احباب سلسلہ! آپکے وہ تمام خطوط میں پڑھ چکا ہوں جن میں آپنے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ تشحیذ کا ایک ایک نمبر نہایت ضروری مفید معلومات کا حامل ہوتا ہے۔ ابھی مارچ کا رسالہ نہایت پسند کیا گیا ہے۔ جس میں نئے طریقے پر تبلیغ احمدیت اور صداقت مسیح موعود ثابت کی گئی ہے۔ مگر یہ زبانی باتیں میری کچھ مدد نہیں کر سکتیں۔ حال یہ ہے کہ آپ میں سے چار سو ایسے دوست ہیں۔ جنہوں نے تاحال سنہ ۱۶ء کا چندہ پیشگی ادا نہیں فرمایا۔ بلکہ وی پی واپس کر دیئے۔ اور تین چار سو سے زیادہ ایسے ہیں۔ جن کے ذمے سنہ ۱۵ء اور پچھلے سالوں کا بقایا ہے۔ اور یہ بقایا ہزار روپے سے متجاوز ہے اور تین سو ایسے ہیں جو خریداری ہی چھوڑ چکے ہیں۔ کاغذ اتنا گراں ہو گیا ہے۔ کہ ڈبل خرچ ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ موجودہ خریدار تمام بھی چندہ ادا فرماویں۔ تو بھی سال کے اخراجات کے لئے کافی نہیں۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت خلیفہ برحق سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی کا لگایا ہوا پودہ سرسبز رہے تو آبیاری کیجئے۔ میں کوئی خیرات نہیں مانگتا۔ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ اس کا حق لے دو۔ اپنے ذمہ کا بقایا ادا کرو۔ اس سال کا چندہ بھجوا دو۔ اور کم از کم ایک ایک خریدار مہیا کر کے اسے اس قابل بناؤ کہ اپنا خرچ آپ چلائے تشحیذ خدا کے فضل سے اپنے ناظرین سے شرمندہ نہیں۔ بجائے ۳۲ صفحے کے ۴۶-۴۸ بعض اوقات ۸۰ صفحے پر اس کا ایک ایک نمبر نکلا ہے اور یہ پانچواں سال ہے۔ کہ اس کا ایک نمبر بھی لیٹ نہیں ہوا۔ ہمیشہ وقت پر شائع کیا گیا۔ ہر رسالہ ایسے مضمون کا حامل ہوتا رہا۔ جو ایک مستقل کتاب کا کام دے۔ اور ایسی سیر کن بحث کہ مزید لکھنے کی حاجت نہ رہے۔ کیا اس سے کوئی انکار کر سکتا ہے۔ جب ہماری طرف سے یہ کوشش ہے۔ تو آپ کیا دو روپے سالانہ بھی خرچ نہیں کر سکتے؟ دیکھوں! کون میری اپیل کا جواب دیتا ہے ۔

جن اصحاب نے سنہ ۱۶ء کا تاحال چندہ ادا نہیں فرمایا۔ وہ ۵ مئی کا پرچہ وی پی لینے کے لئے تیار رہیں۔ اگر واپس کرنا ہو۔ تو پہلے ہی اطلاع دیدیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۶ء

مباحثہ مابین غیر احمدی و احمدی

دربارہ

حیات و ممات مسیح بن مریم علیہ السلام

یہ ایک مباحثہ ہے۔ جو ایک غیر احمدی مولوی اور ہمارے دوست احمدی مولوی صاحب کے درمیان ہوا۔ حسب شرائط عصر کے بعد شام تک ایک فریق کا مولوی لکھاتا جاتا اور ایک ہوشیار منشی لکھتا جاتا۔ پھر وہ مضمون پبلک کو سنایا جاتا۔ اس طرح پر ۱۹۰۵ء میں یہ مباحثہ ہوا۔ جو بہت دلچسپ ہے۔ میں اسے بطور نمونہ ناظرین کے افادہ کے لئے چھاپتا ہوں پہلے غیر احمدی مولوی کا پرچہ ہے۔ پھر اس کا جواب اور ثبوت وفاتِ مسیح احمدی مولوی کی طرف سے ٭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔ (سیپارہ ۳ آل عمران)

تحقیق لفظ توفی ۔ میرانبیدین یقال توفی اللہ تعالٰی اے قبض روحہ ۔ وتمام گرفتن حق را ۔ منتہی الارب ۔ ج ۴ ۔ ص ۳۵۴

مثال اوّل ۔ قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ ۔ الم سجدہ سیپارہ ۲۱ ۔

مثال ثانی ۔ تَوَفَّيْتُ مِنْهُ دَرَاهِمَ ۔

قرآن شریف میں معنی نوم بھی ہے ۔ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ الخ ۔ مثال اوّل میں ملک الموت قرینہ برائے معنی موت ہے ۔

مثال ثانی میں دراہم قرینہ معنی تمام گرفتن ہے ۔

مثال ثالث یعنی نوم کے لئے لیل و بعث قرینہ نوم ہے ۔

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَى الآيۃ میں نہ قرینہ موت موجود ہے ۔ اور نہ نوم ہے بلکہ رافعک و مطہرک قرینہ رفع جسد ہے ۔

رافعک صیغہ اسم فاعل مشتق از رفع ہے ۔ رفعہ رفعاً برداشت آنرا خلاف وضع کما یقال رفعتہ الی السلطان اے قربتہ وکذلک جاء فی الحدیث فرفعہ الی النبی صلعم الصبی الخ مشکوٰۃ ص ۱۴۲

دوم ۔ قرینہ رفع جسد مراد لینے کے واسطے مطہرک الخ قرینہ ہے ۔ کیونکہ تطہیر روحی تحصیل حاصل ہے ۔ اور تطہیر جسمانی مفید مطلب کما ھو ظاہر من قولہ انما المشرکون نجس الآیۃ کیونکہ معنی تطہیر پاک کردن و شستن یقال طہرہ بالماء ۔ منتہی الارب ج ۳ ص ۹۲۴ ۔

مضمون دیگر

درصورت قطع نظر قرائن إِنِّي مُتَوَفِّيكَ سے توفی بمعنی موت ثابت ہونے میں کلام ہے

کیونکہ متوفی صیغہ اسم فاعل ہے۔ تین حال سے خالی نہیں ہے۔ یا بمعنی ماضی یا بمعنی حال یا استقبال ہوگا۔ جیسا کہ کتب صرف و نحو میں موجود ہے۔ منادی عیسٰے علیہ السلام ہے۔ جو ماضی کا معنے مراد لینے سے مانع ہے۔ اور بمعنی حال بھی مفید مطلب نہیں ہوسکتا۔ ہاں بیشک بمعنی استقبال ہونے کی صورت میں کوئی نقص وارد نہیں ہوسکتا ہے۔ مگر حیات کی نفی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ بکمال وضاحت اثبات حیات ہوتا ہے ؛

دیگر

وَرَافِعُكَ واؤ عاطفہ برائے عطف بغیر ترتیب ہے جیسا کہ قولہ تعالےٰ واسجدی واركعی مع الراكعین۔ سے عطف بلا ترتیب ثابت ہے۔ اور کتب نحو میں اس مسئلہ کی تشریح موجود ہے۔ دریں صورت اگر توفی بعد رفع تسلیم کرلی جاوے۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور نہ کوئی نقص عبارت قرآن لازم آتا ہے ؛

جواب از جانب احمدی مولوی متعلق مضمون اول

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔

ترجمہ ۔ جس وقت فرمایا اللہ تعالےٰ نے اے عیسیٰ تحقیق میں تجھ کو موت حتف انف یعنے طبعی موت سے ماروں گا۔ بغیر کسی کے قتل و صلب کے۔ یعنی دشمنوں سے تجھے معصوم رکھوں گا۔ اور تیری اپنی طبعی عمر پوری کر کے تجھ کو وفات دینے والا ہوں۔ اور تجھ کو اپنی طرف مراتب شریفہ میں جیسا کہ انبیاء علیہ السلام کو بعد موت ہوتا ہے لے جاؤں گا۔ اور تجھ کو منکروں کے الزاموں اور اعتراضوں سے پاک کروں گا۔ اور تیرے متبعین کو منکروں پر قیامت تک غالب کرونگا ؛

تحقیق معنی توفی } کتب لغت (۱) قاموس تَوَفَّاهُ اللّٰهُ قبض روحہ۔ (۲) منتہی الارب ج ۴ ص ۳۲۵۴ - تَوَفَّاهُ اللّٰهُ میرانیدن - (۳) اساس البلاغۃ ج ۲ ص ۱۴۳۱ (۴) اقرب الموارد ج ۲ ص ۱۴۷۲ - (۵) تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۹۴ - (۶) لسان العرب ج ۲ ص ۴۰۶ (۷) صراح ج ۲ ص ۱۰

(۸) صحاح جوہری ج ۲-۴-۲ ۵۶۳-

ان سب کتب میں توفاہ اللہ کے معنے قبض روح کے بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن شریف مثال ان معنوں کی یعنی توفی بمعنی موت کی (یعنی جبکہ توفاہ اللہ کی مثل عبارت ہیں آئے) یعنی جبکہ توفی کا فاعل اللہ تعالےٰ ہو۔ اور مفعول انسان ہو۔ تو معنی موت ہی مراد ہوتے ہیں۔ الا بقرینہ معنے نوم بھی آتے ہیں۔

آیت اوّل :- وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا الخ پ ۲ سورہ بقرہ

ترجمہ :- اور جو لوگ تم میں سے فوت کئے جاویں۔ اور بیویوں کو چھوڑ مریں۔ انتظار کریں۔ یعنے عدت بیٹھیں۔

آیت دوم - وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّۃً لِّاَزْوَاجِھِمْ الخ پ ۲- سورہ بقر۔

ترجمہ :- جو لوگ تم سے فوت کئے جاویں۔ اور بیویوں کو چھوڑیں ان کی بیویوں کے لئے وصیت کرنی چاہیئے۔

آیت سوم - رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ پ ۴ س۔ آل عمران)

ترجمہ :- اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک ندا کرنے والا سنا۔ کہ ندا کرتا ہے ایمان کے لئے کہ اپنے رب کے ساتھ ایمان لاؤ۔ پس اے ہمارے پروردگار ہم نے مان لیا۔ پس ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے۔ اور ہم کو پاکوں کے ساتھ وفات دے۔

آیت چہارم - فَاِنْ شَھِدُوْا فَاَمْسِکُوْھُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ - پ ۴ - سورہ نساء۔

ترجمہ - پس اگر وہ گواہی دیں۔ تو ان کو بند رکھو گھروں میں یہانتک کہ ان کو موت مار دیوے

آیت پنجم - اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ الخ پ ۵ - سورہ نساء۔

ترجمہ:۔ تحقیق جن لوگوں کو فرشتوں نے وفات دی۔ در آں حالیکہ وہ اپنے نفسوں پر ظالم تھے

آیت ششم۔ حَتّٰی اِذَا جَاءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا۔ پ ۷ سورہ انعام۔

ترجمہ:۔ حتّٰی کہ جب کسی کو تم سے موت آپہنچے۔ تو ہمارے فرشتے بھیجے ہوئے وفات دیتے ہیں۔

آیت ہفتم:۔ حَتّٰی اِذَا جَاءَتْھُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَھُمْ الخ پ ۸۔ سورہ اعراف

ترجمہ:۔ حتّٰی کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آتے ہیں۔ ان کو فوت کرتے۔ (موت دیتے) ہیں۔

آیت ہشتم:۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ۔ پ ۹ سورہ اعراف

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر ڈال اور فرمانبرداری کی حالت میں روح قبض کر۔

آیت نہم۔ اِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ الخ پ ۱۱ سورہ یونس

ترجمہ:۔ یا تو ہم تجھ کو دکھا دیں گے۔ بعض وہ وعدے جو ان سے کرتے ہیں۔ یا دیتے ہیں۔ یعنے بعض وعدے تیرے دشمنوں کی نسبت تیری حیات میں تجھے پورے کرکے دکھا دیں گے۔ یا تجھے فوت کرلیں گے۔

آیت دہم۔ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ پ ۱۳۔ سورہ یوسف۔

ترجمہ:۔ تو میرا والی ہے۔ دنیا اور آخرت میں مجھ کو تابعدار کرکے مار اور مجھ کو صالحین کے ساتھ شامل کردے یا ملادے۔

آیت یازدہم۔ فَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ پ ۱۳۔ سورہ رعد۔

ترجمہ:۔ آیت نمبر ۹

آیت دوازدہم۔ اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ الخ پ ۱۴۔ سورہ نحل۔

ترجمہ:۔ جن کو فرشتے فوت کرتے ہیں۔ الخ

آیت سیزدہم:۔ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ .... الخ پ ۱۴ سورہ نحل

ترجمہ:۔ ان کو فرشتے فوت کرتے ہیں۔ حالیکہ پاکیزہ نفس تھے یا پاک تھے۔

آیت چہاردہم۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ الخ پ ۱۴۔ سورہ نحل۔

ترجمہ۔ اللہ نے پیدا کیا تم کو اور پھر تم کو موت دیتا ہے۔

آیت پانزدہم:۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ پ ۱۷۔ سورہ حج۔

ترجمہ۔ اور بعضے تم سے موت دیئے جاتے ہیں۔ اور بعضے تم سے لوٹائے جاتے ہیں رذیل عمر کی طرف۔ یعنے بعضے تم میں سے پہلی عمر میں فوت کئے جاتے ہیں۔ اور بعض ضعیف کئے جاتے ہیں۔

آیت شانزدہم۔ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ الخ پ ۲۱ سورہ سجدہ۔

ترجمہ۔ مارتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر موکل کیا گیا ہے۔

آیت ہفتدہم۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ۔ الخ پ ۲۴ سورہ مومن

ترجمہ:۔ اور بعض تم میں سے فوت کئے جاتے ہیں پہلے ہی۔

ان سب آیات میں توفی کے معنے موت کے ہیں۔

احادیث

عن عائشۃ رضؓ ان رسول اللہ صلعم توفی فی بیتی۔ بخاری ج ۲ ص ۶۴۰

ترجمہ:۔ مروی ہے عائشہ رضؓ سے تحقیق رسول صلعم فوت کئے گئے میرے گھر میں۔ یعنے وفات دیئے گئے۔

(۲)۔ بعث النبی صلعم اسامہ بن زید فی الذی توفی فیہ۔ بخاری ج ۲

ترجمہ۔ بھیجا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسامہ بن زید کو اس مرض میں جس میں

آپ وفات دئے گئے ؛

(۳) توفی اللہ النبی صلے اللہ علیہ ثم توفی اللہ ابا بکر۔ بخاری ج ۱ ص ۳۶۲ ؛
ترجمہ :۔ وفات دی اللہ تعالےٰ نے حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پھر وفات دی اللہ تعالےٰ نے حضرت ابابکر رضی اللہ عنہ کو ؛

(۴) سوف یتوفی من وجعہ الذی ھذا الخ۔ بخاری ج ۲ ص ۶۳۹ ؛
ترجمہ۔ آپ فوت کئے جاویں گے۔ اسی بیماری سے الخ

(۵) عن عائشہ رضی اللہ عنہا فلما اشتکی من وجعہ الذی توفی فیہ۔ بخاری ج ۲ ص ۶۳۹ ؛
ترجمہ :۔ عائشہ رضی اللہ تعالےٰ سے روایت ہے۔ کہ جب آپ بیمار ہوئے۔ اس بیماری میں جس میں آپ فوت کئے گئے۔ الخ

(۶) دخل علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین توفیت ابنتہ بخاری ج ۱ ص ۱۶۷ ؛
ترجمہ۔ اس کے پاس حضرت علیہ السلام آئے جبوقت کہ آپ کی بیٹی فوت کی جاتی تھی ؛

(۷) توفیت احدی بنات النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ بخاری ج ۱ ص ۱۶۸
ترجمہ :۔ فوت ہوئی ایک بیٹی حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ؛

(۸) عن عبد اللہ بن جابر لما توفی جاء ابنہ۔ بخاری ج ۱ ص ۱۶۸ ؛
ترجمہ۔ جب فوت ہوگیا۔ تو آیا۔ اسکا بیٹا ۔

(۹) ماتوفی اللہ نبیاً قط الا دفن حیث قبض۔ کنز العمال ج ۲ ص ۱۱۹۔
ترجمہ۔ نہیں فوت کیا کسی نبی کو بھی اللہ تعالےٰ نے ہرگز۔ کہ وہ دفن کیا گیا۔ جس جگہ کہ فوت کیا گیا ؛

(۱۰) ثم یبعث اللہ ریحا طیبۃ فیتوفی کل من کان فی قلبہ مثقال حبۃ خردل من ایمان۔ مشکوٰۃ۔ حدیث آمانخبل قیامت ؛

ترجمہ:۔ پھر اللہ تعالےٰ ایک لطیف ہوا بھیجیگا۔ جو فوت کرے گی ہر اس شخص کو جس کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے ؏

(۱۱) ان اللہ تابع الوحی قبل وفات حتی توفی واکثر ماکان الوحی یوم توفی رسول اللہ۔ صحیح مسلم ج ۲-ص ۴۱۹۔

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ نے وفات سے پہلے پے درپے وحی بھیجی۔ رسول اللہؐ کی وفات کے دن بہت ہی وحی کا نزول ہوا ؏

(۱۲) دعا جنازہ جو مشہور ہے۔

من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان

ترجمہ:۔ اے اللہ تعالےٰ جس کو تو زندہ رکھے۔ ہم میں سے پس اس کو زندہ رکھ اسلام پر اور جس کو تو موت دے ہم میں سے پس موت دے اس کو ایمان پر ؏

(۱۳) انہ یقبض فی وجعہ الذی توفی فیہ بخاری ج ۲-ص ۶۳۸

ترجمہ۔ ان سے آپنے سرگوشی فرمائی۔ کہ اسی موت میں آپ فوت ہوجاویں گے۔ اس وقت کی بات ہے۔ جب آپ فوت کیئے گئے ؏

(۱۴) ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکی وبکی اصحابہ حین توفی سعد بن معاذ بن جبل۔ کنز العمال ج ۲-ص ۲۲۴۔

ترجمہ۔ تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب روئے۔ جبکہ سعد بن معاذ بن جبل فوت کیئے گئے ؏

(۱۵) عن عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فلما اشتکی وجعہ الذی توفی فیہ طفقت انفث علی نفسہ بالمعوذات ؏

ترجمہ:۔ آپ بیمار ہوئے اس بیماری میں جس میں آپ فوت کیئے گئے۔ تو میں آپ کی ذات مبارک پر دم کرنے لگی۔ معوذات کے ساتھ ؏

(۱۶) عن عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ حین توفی رسول اللہ علیہ وسلم حزنوا علیہ حتی کاد بعضھم یوسوس وکنت منھم فقلت لابی بکر

توفی اللہ نبیہ قبل ان اسئلہ عن نجاۃ ھذا الامر کنز الاعمال ج ۲ ص ۲۷۳

ترجمہ :- جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت کئے گئے۔ اصحاب نے غم کیا۔ آپ پر یہاں تک کہ بعض ان کے وسوسہ پڑنے کے قریب ہو گئے۔ اور میں بھی ان میں سے تھا۔ پس میں نے ابوبکر سے کہا۔ کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی کو فوت کر لیا۔ اس سے پہلے کہ میں آپ سے سوال کروں۔ اس امر کی نجاۃ سے ؛

(۱۷) عن علی اخرج من عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی وجعہ الذی توفی فیہ فقال الناس یا اباحسن الخ بخاری

ترجمہ :- حضرت علیہ السلام سے علی رضی اللہ تعالے عنہ نکلے۔ اس بیماری میں جس میں آپ فوت ہو گئے یا کئے گئے۔ لوگوں نے پوچھا۔ اے اباحسن آپ آج کس طرح ہیں۔ یا آپ کا کیا حال ہے ؛

(۱۸) واللہ انی لاری رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوف یتوفی من وجعہ ھذا ۔ بخاری

ترجمہ :- اللہ کی قسم میں ضرور دیکھتا ہوں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی بیماری سے فوت کئے جاویں گے ؛

اسی طرح ہزاروں حدیثوں میں لفظ توفی آیا ہے جبکہ اللہ تعالے فاعل اور انسان مفعول ہو تو اس کے معنے قبض روح ہی ہیں ؛

تفسیر اس لفظ توفّی کی جو قرآن شریف میں حضرت مسیح علیہ السلام پر واقع ہے حضرت علیہ السلام و الصلوٰۃ سے ثابت ہے کہ یہاں معنے موت ہی مراد ہیں

چنانچہ زیر آیت وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلمّا توفیتنی

کنت انت الرقیب علیھم - امام بخاری علیہ الرحمہ نے صفحہ ۶۶۵ میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے - فاقول کما قال العبد الصالح کنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی الخ یعنے جبکہ بعض صحابی حضرت علیہ السلام کے طرف جہنم کی یعنی بائیں طرف چلائے جاویں گے - تو آپ عرض کریں گے - کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں - پس کہا جائیگا، الیٰ اخر الحدیث تو آپ عرض کریں گے - جسطرح کہ العبد الصالح نے عرض کی - یعنی حضرت مسیح علیہ السلام نے کہ میں ان پر شاہد اور حافظ رہا جب تک کہ میں ان میں رہا - پس جب تو نے مجھے فوت کر لیا - تو تو ہی ان پر رقیب رہا - یہ تو ظاہر ہے - کہ اس حدیث شریف میں اس آیت توفیتنی بولنے کے وقت آپ کی مراد موت ہی تھی - کیونکہ آپ کی وفات فریقین کو مسلم ہے - تو اس سے معلوم ہوا - کہ اس لفظ کے معنے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں موت ہی ہیں - یہ نہیں ہو سکتا - کہ جب اس آیت کو حضرت مسیح علیہ السلام فرماویں - تو معنے اس لفظ توفیتنی کے اور ہوں - اور جب حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ لفظ فرماویں - تو معنے اور ہوں - پس اس حدیث سے ثابت ہوا - کہ اس لفظ توفیتنی کے معنی حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موت ہی بیان فرمائے - اسی لئے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو اس آیت کی تفسیر کے وقت پیش کیا - تو معلوم ہوا - کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ؛

تفسیر صحابہ

متوفیک جو اس آیہ شریفہ میں بحق مسیح علیہ السلام ہے حضرت عبداللہ رضؓ بن عباس نے اسکے معنے ممیتک فرمائے - جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح کے صفحہ ۶۶۵ میں ذکر فرمایا اور اس کی سند عینی شرح بخاری مسمی بہ عمدۃ القاری نے بیان فرمائی - تو یہ حضرت عبداللہ بن عباس وہ صحابی ہیں جس کی بابت حضرت علیہ السلام نے دعا فرمائی - کہ اے اللہ تو انکو قرآن کی مراد سمجھا دے - چنانچہ ان کو صحابہ کرام قرآن کے معنے کے بڑے واقف سمجھتے تھے خصوصاً خلیفہ دوم حضرت عمر رضؓ ان کی اس لئے بڑی عزت کرتے تھے - کہ یہ قرآن کے معنے خوب سمجھتے ہیں جیسا کہ سورہ اذا جاء نصر اللہ الخ کے معنوں میں صحابہ سے انھوں نے امتحان لیا - تو

سب سے حضرت عبداللہ بن عباس کے معنے ان کو پسند آئے۔ اور فرمایا۔ کہ میں بھی یہی معنے سمجھتا ہوں جو تو نے فرمائے۔ تو جب یہ جلیل القدر صحابی اس لفظ متوفیک کے معنے موت کے کرتے ہیں۔ حالانکہ کسی ایسے صحابی دیگر سے اس کے برخلاف کوئی منقول نہیں۔ تو ثابت ہُوا۔ کہ صحابہ میں ان معنوں میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اگر ہے۔ تو نقل کیا جاوے ؛

اب میں مولوی صاحب کی تحریر پر نظر کرتا ہوں

مولوی صاحب کی مثال نمبر ۲ یعنی توفیت منہ دراھمی کو متوفی کے معنے کے اظہار کے لئے پیش کرنا بالکل درست نہیں۔ کیونکہ متوفیک میں فوت کرنے والا یعنی فاعل اللہ تعالےٰ ہے۔ اور جب اللہ تعالےٰ کسی فعل میں فاعل ہو۔ تو چونکہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات اور افعال مخلوق سے نرالے اور بے مثل ہیں۔ کما قال اللہ تعالےٰ لیس کمثلہ شئ الایۃ یعنے اللہ تعالےٰ کی مثل کوئی شے نہیں۔ اس لئے اصحاب لغت نے افعال منسوب الی اللہ کو علیحدہ معنوں میں بیان کیا۔ جیسا کہ صاحب قاموس نے زیر معنی لفظ خلق لکھا ہے۔ الخالق فی صفاتہ تعالےٰ المبدع للشئ المخترع علےٰ غیر مثال سبق و خلق الافک افتراہ۔ جب خلق کا فعل یعنی پیدا کرنا اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہو۔ تو یہ معنے ہونگے۔ پیدا کرنا کسی چیز کو از سر نو نئی طرز سے نکالنا سوائے مثال سابق کے جیسا کہ فرمایا ہے۔ خلق الانسان من صلصال کالفخار وخلق الجان من مارج من نار۔ پ ۲۷ س الرحمٰن پیدا کیا انسان کو بجنے والی مٹی مثل ٹھیکری سے اور پیدا کیا جنوں کو شعلہ والی آگ سے یعنی بنا لیا اس شخص نے جھوٹ کو۔ اسی واسطے اصحاب لغت نے لفظ توفی میں تفریق کی ہے۔ یعنے جب یہ لفظ خدا تعالےٰ کی طرف منسوب ہو۔ تو اُس کے معنے قبض روح کے ہیں۔ اور جب انسان کی طرف منسوب ہو۔ تو حق لینے کے معنے کئے ہیں ؛

خلاصہ یہ کہ جب اللہ تعالےٰ فاعل اور انسان مفعول ہو۔ تو بحسب لغت عرب وہی خاص معنے ہوں گے۔ یعنی روح کا قبض کرنا۔ اس سے متوفیک مندرجہ آیت متنازعہ فیہ کے تصفیہ کے لئے توفیت منہ دراھمی پیش کرنا بالکل بے موقعہ اور بے محل اور مع الفارق ہے

چاہیئے تھا۔ کہ اس فیصلہ کے لئے ایسی آیات اور احادیث و محاورات عرب پیش کئے جاتے جن میں اللہ تعالےٰ فاعل انسان مفعول اور فعل توفی باب تفعل سے ہو ⁂

مولوی صاحب نے ہر سہ امثلہ جو تحقیق لفظ توفی میں پیش کی ہیں۔ ان میں ہر ایک مثال کے معنے کے لئے قرینہ پیش فرمایا ہے۔ اس جگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بلا قرینہ لفظ توفی کے معنے کیا ہوا کرتے ہیں۔ جو مولوی صاحب نے بیان نہیں فرمائے۔

واضح رہے کہ لفظ توفی کے معنے جیسا کہ لفظ توفی کی بحث میں ہم نے ظاہر کیا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ فاعل انسان مفعول اور فعل توفی باب تفعل ہو۔ تو معنی قبض روح ہی ہوتے ہیں ⁂

مولوی صاحب کا متوفیک میں معنے موت سے انکار کے واسطے رافعک قرینہ پیش کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ رافعک الیّ میں اللہ تعالےٰ نے رفع بجانب خود کا وعدہ فرمایا۔ اور اجلی البدیہات اور بڑا ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ تخصیص جہتہ من الجہات اور قیود خواص جسم سے پاک اور منزہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے خود فرمایا ہے۔ لیس کمثلہ شیئ الایۃ۔ یعنے کوئی شئے اس کے مثل نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ تمام صفات میں بے مثل ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد یعنے ہم انسان کی طرف رگ جان سے بہت قریب ہیں۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ الایۃ جس جگہ تم منہ کرو پس اسی جگہ اللہ کا وجہ ہے۔ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ۔ پ ۲۸۔ مجادلہ۔ یعنی تین اشخاص کی کوئی سرگوشی نہیں۔ مگر وہ بھی یعنی اللہ تعالےٰ ان کا چوتھا ہے۔ اور نہ پانچ مگر چھٹا انکا ہے۔ اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہے یعنی کوئی جگہ اس سے خالی نہیں ہے۔ تا اس کی طرف جسد کو منزل بمنزل جانا پڑے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ جسمانی ہی آپ نے ثابت کرنا ہے تو ظاہر کرنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح کس طرف لے گئے۔ خدا تو ہر جگہ موجود تھا۔ اور یاد رہے۔ کہ آیۃ شریفہ میں رافعک الیّ فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ ہے۔ کہ میں تجھ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ آسمان کا تو اس میں نام تک نہیں ہے ⁂

تحقیق لفظ رفع

ہاں کبھی رفع الی اللہ سے مراد مراتب شریفہ قرب الٰہی میں ترقی بحسب استعداد و لیاقت روحی ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیات قرآن شریف وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۔ پ۹۔س اعراف

ترجمہ۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو رفع دیتے۔ ان آیات سے ولیکن وہ زمینی خواہش کی طرف جھک پڑا۔ اور اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے ہولیا ؛

(۲) وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا پ۱۶۔مریم۔

ترجمہ ہم نے اُس کو مراتب عالیہ میں مرفوع کر لیا ؛

ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ زندگی میں بھی رفع الی اللہ سے رفع جسمانی مراد نہیں ہُوا

احادیث

(۱) اذا تواضع رفعہ اللّٰہ الی السماء السابعۃ ۔ کنز العمال ج ۲۔

ترجمہ۔ جب آدمی تواضع یعنی عاجزی کرے۔ تو اس کو اللہ تعالےٰ ساتویں آسمان تک اٹھا لیتا ہے۔ دیکھو اس حدیث میں ساتویں آسمان تک اٹھانیکا لفظ موجود ہے۔ لیکن پھر بھی جسم کا لے جانا آسمان کی طرف ہرگز مراد نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ سے عزت مراد ہے۔ اور اس کا جسم زمین میں ہی رہتا ہے۔ کما ھو ظاہر۔

(۲) الازد یرید الناس ان یضعوھم ویابی اللّٰہ الّا ان یرفعھم مشکوٰۃ م ۳۴۵

ترجمہ۔ قبیلہ ازد کو تو لوگ نیچا کرنا چاہیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ انکار کریگا سوائے انکو اونچا کرنے کے ؛

(۳) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالےٰ یرفع بھذا الکتٰب اقواماً ویضع بھا اٰخرین رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ م ۱۷۶۔

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلعم نے تحقیق اللہ تعالےٰ رفع کریگا اس کتاب کے ساتھ کئی قوموں کو

اور کئی دوسروں کو نیچا کردے گا۔ اس کتاب کے ساتھ ؛

لغت

الرفع ضد الوضع فی السماء اللہ تعالےٰ الرافع ھو الذی یرفع المومنین ادنیائہ بالاسعاد والتقریب۔ لسان العرب جلد ۹ صفحہ ۴۸۸ و نہایہ فی غریب الحدیث جلد ۲۔ ص ۹۷۔

ان احادیث اور کتب لغت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ رفع اللہ سے مراد رفع جسمانی نہیں ہوا کرتا ؛

لیکن رفع الی اللہ سے مراد اس آیت شریفہ میں مراتب شریفہ مکارم میں وصول و ترقی باقصائے مراتب بحسب استعداد و لیاقت روحی دینا اور ایصال الی محبوب حقیقی بعد انقطاع علایق حیات دنیوی یعنے بعد موت ہے ؛

ثبوت از احادیث

(۱) عن عبادۃ ابن الصامت قال قال رسول اللہ صلعم من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ۔ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ فقالت عائشہ او بعض ازواجہ انا لنکرہ الموت قال لیس ذلک ولکن المومن اذا حضرہ الموت بشر برضوان اللہ وکرامتہ فلیس شئ احب الیہ مما امامہ فاحب لقاء اللہ واحب اللہ لقاءہ وان الکافر اذا حضر بشر بعذاب اللہ وعقوبتہ فلیس شئ اکرہ الیہ مما امامہ فکرہ لقاء اللہ و کرہ اللہ لقاءہ۔ متفق علیہ وفی روایۃ عائشہ والموت قبل لقاء اللہ۔ مشکوۃ باب تمنی الموت صفحہ ۱۳۱ ؛

ترجمہ :- فرمایا رسول اللہ صلعم نے جو شخص خدا تعالےٰ کے ملنے کی محبت کرے۔ خدا تعالیٰ اس کے ملنے کی محبت کرتا ہے۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ کی ملاقات کو مکروہ سمجھے۔ خدا تعالےٰ بھی اس کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔ پس حضرت عائشہؓ نے عرض کی۔ یا کسی اور بیوی صاحبہ نے

ہم تو موت کو مکروہ سمجھتی ہیں۔ فرمایا یہ تو مطلب نہیں۔ ولیکن مومن جب اس کو موت آئے اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور اس کی عزت دہی کی بشارت ملتی ہے۔ پھر کوئی شئے اس کو ایسی پیاری نہیں۔ جیسی کہ آگے اس کے ہے۔ پس اللہ کی ملاقات کی محبت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بھی اس کی ملاقات کی محبت کرتا ہے۔ اور تحقیق منکر جب اس کو موت آوے۔ اللہ کے عذاب کی اس کو بشارت ملتی ہے۔ پھر ان کی طرف اس کے لئے کوئی شے بہت بُری نہیں۔ جیسی کہ آگے اس کے ہے۔ پھر اللہ کی ملاقات کو مکروہ سمجھتا ہے۔ اور اللہ بھی اس کی ملاقات کو مکروہ سمجھتا ہے۔ اور عائشہؓ کی روایت میں ہے۔ کہ ہمیشہ اللہ کی ملاقات کے پہلے موت آتی ہے ؛

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا کی ملاقات کے لئے رفع الی اللہ ضروری ہے۔ کیونکہ خدا بلند تر ہے۔ اور اس کی ملاقات کے لئے رفع ہونا ضروری ہے۔ اور کافر کو نہ خدا کی ملاقات ہے۔ اور نہ اس کو رفع ملتا ہے۔ اور دیکھو کہ عائشہ صدیقہ نے صرف خدا کی ملاقات کے ڈر سے موت کا ہونا پہلے سمجھ لیا۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کی ملاقات کامل طور پر سوائے موت کے نہیں۔

(۲) عن عبد اللہ ابن عمرو قال رسول اللہ صلعم تحفۃ المومن الموت۔ مشکوۃ صفحہ ۱۳۲ ؛

ترجمہ۔ مومن کا ہدیہ موت ہے۔ یعنی اس کے سبب سے اس کو خدا تعالیٰ کی ملاقات ہوتی ہے ؛

(۳) عن جعفر ابن محمد عن ابیہ .... ثم قال جبرائیل هذا ملك الموت یستاذن علیك ما استاذن علی آدمی قبلك ولا یستاذن علی آدمی بعدك قال ائذن له فاذن له فسلم علیه ثم قال یا محمد ان اللہ ارسلنی الیك فان امرتنی ان اقبض روحك قبضت وان امرتنی ان اترکه ترکته فقال وتفعل یا ملك الموت قال نعم بذلك امرت وامرت ان اطیعك قال فنزل النبی الی جبرئیل علیه السلام فقال جبرئیل یا محمد ان اللہ قد اشتاق

الی لقائک فقال النبیؐ یا ملک الموت امض لما امرت بہ فقبض روحہ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۱۔

ترجمہ:۔ پھر فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے یہ موت کا فرشتہ آنے کا اذن مانگتا ہے۔ اس نے تجھ سے پہلے کسی آدمی پر آنے کا اذن نہیں مانگا۔ اور نہ تیرے پیچھے کسی آدمی سے اذن مانگیگا۔ فرمایا اس کو اذن دیدے۔ پس اس کو اذن دیا۔ اُس نے آپ پر سلام دیا پھر عرض کی اے محمدؐ علیہ السلام اللہ تعالےٰ نے مجھ کو تیری طرف بھیجا ہے۔ اگر تو مجھ کو روح قبض کرنے کا حکم کرے۔ تو میں روح قبض کر لوں۔ اور اگر تو مجھ کو چھوڑنے کا حکم کرے۔ تو میں چھوڑ دوں پس آپ نے فرمایا۔ کیا تو یہ کر سکتا ہے۔ اس نے عرض کی۔ کہ ہاں میں اُسی کا مامور ہوں۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں تیرے کہنے پر چلوں۔ اُس نے بیان کیا کہ پھر حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف نظر فرمائی۔ یعنی مشورہ کے لیئے تو جبرئیل نے عرض کی۔ کہ اے محمدؐ اللہ تعالےٰ تیری ملاقات کا مشتاق ہے۔ پس فرمایا حضرتؐ نے ملک الموت کو۔ جس کام کا تجھے حکم ہے۔ پورا کردے۔ پھر اس نے آپ کی جان قبض کرلی۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنت اللہ میں خدا تعالےٰ کی کامل درجہ کی ملاقات سوائے موت کے نہیں ہوتی ؛

(۴) عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلعم یقول وھو صحیح انہ لن یقبض نبی حتی یُری مقعدہٗ من الجنۃ ثم یخیر۔ قالت عائشہ فکان اٰخر کلمۃ تکلم بھا النبی صلعم قولہ اللھم الرفیق الاعلیٰ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۰ ؛

ترجمہ۔ حضرت تندرستی کی حالت میں فرماتے تھے۔ کہ کوئی نبی فوت نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ اس کو اس کی جگہ بہشت سے دکھائی جاتی ہے۔ پھر اس کو اختیار ملتا ہے۔ عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ آخر کی کلام جو حضرت نے فرمائی۔ یہ تھی۔ اے اللہ تعالےٰ۔ مجھ کو اونچی جماعت میں لے جا ؛

(۵) الحدیث الانبیاء لا یترکون فی قبورھم ۔ بل یرفعون من ثلث
لیال حتی اربعین لیلۃ ۔ کتاب حیوات الانبیاء مصنفہ امام سیوطی ؎

ترجمہ:۔ پیغمبر اپنی قبروں میں چھوڑے نہیں جاتے ۔ بلکہ اٹھائے جاتے ہیں ۔ تین رات سے لے کر چالیس رات تک ؎

ان سب احادیث سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ اعلیٰ قسم رفع الی اللہ کا بعد وفات ہی ہوتا ہے جو کہ زندگی میں نہیں ۔ تب ہی تو اس کا شوق بکمال لگا رہتا ہے ۔ حالانکہ انبیاء علیہ السلام اپنی حیات میں بھی واصل باللہ اور ایک قسم کے مرفوع الی اللہ ہوتے ہیں ۔

اسی کمال رفع کی حرص کے لئے وقت اختیار ملنے کے دعا فرمائی ۔ اللھم الرفیق الاعلیٰ اور جبرئیل نے بھی شوق کی آگ بھڑکائی ۔ کہ اللہ تعالےٰ تیری ملاقات کا شائق ہے ۔ کیونکہ خدا تعالےٰ اسی کی ملاقات کا شوق رکھتا ہے ۔ جو خدا کی ملاقات کو شوق سے چاہے ۔ اور اسی پیاری مراد کے لئے حضرت علیہ الصلوٰۃ اپنی نماز میں یہ دعا مانگتے تھے ۔ اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی (الحزب) اس سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ بعد موت ایک پیارا رفع الی اللہ ہوتا ہے ۔ جس کی تڑپ ہر ایک نبی کو لگی رہتی ہے ۔ حتیٰ کہ خاتم الانبیاء علیہم السلام کو جو زندگی میں بھی خدا کے کامل رفیع واصل تھے ۔ لگی ہوئی تھی ۔ یہ وہی رفع الی اللہ ہے جس کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام کو دی گئی تھی ۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے بھی نبی مرسل رفیع و واصل بخدا تھے ؎ اور ابھی ان کو یہ رفع حاصل نہ تھا ۔ کیونکہ اگر حاصل ہوتا ۔ تو پھر بشارت دینے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی

اگر اس جگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہو کہ بعض احادیث مذکورہ بالا میں لقاء اللہ کا ذکر تو ہے مگر رفع الی اللہ کا ذکر نہیں ۔ تو اس کو رفع الی اللہ کے اثبات میں پیش کرنا کیونکر صحیح ہے ۔ تو جواباً گذارش ہے ۔ کہ رفع الی اللہ کا اصلی نتیجہ اور مراد لقاء اللہ ہی ہوتا ہے ۔ کیونکہ جب لقاء اللہ نہ ہو ۔ تو رفع الی اللہ سے کیا غرض اور کیا عزت تو ضروری ہے ۔ کہ لقاء اللہ کے پہلے رفع الی اللہ ضرور ہو ۔ تو لقاء اللہ کی حدیث رفع الی اللہ میں ضرور مفید ہے ؎

مولوی صاحب کا رافعک کو قرینہ صارفہ عن معنی الموت قرار دینا

اس وقت صحیح ہو سکتا تھا۔ جبکہ موت اور رفع الی اللہ جمع نہ ہو سکتیں۔ بلکہ یہ رافعک الیّ کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام کو باوجود نبی ہونے کے ملنی قرینہ مویدہ لمعنی الموت ہے۔ کیونکہ جبکہ وہ پہلے بھی نبی مرسل تھے۔ تو ایک قسم کا رفع ان کو حاصل تھا۔ اور یہ بشارت جس رفع کی ہے۔ وہ تو وہی ہونا چاہیئے جس کی ان کو ابھی امید تھی۔ کیونکہ پہلے رفع کی بشارت تحصیل حاصل ہے۔ تو یہ رفع الی اللہ جو بعد الموت ہے۔ اس کی بشارت قرینہ موید لمعنی الموت ہے۔ پس یہ لفظ رافعک الیّ کا متوفیک کے معنی موت کے چاہتا ہے۔

تعجب تو یہ ہے کہ مولوی صاحب رافعک کو قرینہ رفع جسد قرار دینا دعوے ہی کو دلیل کہنا ہے۔ گویا ان کے نزدیک سوائے رفع جسد کے اور کوئی رفع ہے ہی نہیں جبھی تو رافعک کو ہی رافعک کی دلیل پیش فرماتے ہیں۔

مطہرک

مولوی صاحب کا رفع جسد کے لئے مطہرک کو قرینہ فرمانا بھی درست معلوم نہیں ہوتا خود مولوی صاحب نے ہی مطہرک کا معنی پانی سے دہونا بحوالہ منتہی الارب فرمایا ہے۔ پانی تو زمین میں موجود تھا۔ پھر آسمان پر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا مسیح علیہ السلام کو زمین پر جسم دہونے کے لئے پانی نہیں ملتا تھا۔ جو آسمان پر چڑھ کر پانی ڈھونڈنا پڑا۔

اور آیہ انما المشرکون نجس اس کی سند لانے کی ہم کو سمجھ نہیں آتی۔ کیا مشرکون کوئی نجاست حضرت مسیح علیہ السلام پر ڈالتے تھے۔ یا حضرت مسیح علیہ السلام خود شرک کی نجاست میں معاذ اللہ من ذالک ان کی گہنے کہلانے سے اور اغواسے پڑ گئے تھے۔ حالانکہ ان کے حق میں قرآن فرماتا ہے۔ کہ والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔ الآیتہ۔ پ ۱۶۔ س مریم۔ (ترجمہ) یعنے خدا کے فضل سے میرے پر سلامتی ہے جس روز میں پیدا ہوا۔ اور جس روز مروں گا۔ اور جس روز میں زندہ ہو کر اٹھایا جاؤں گا۔ یعنی خدا تعالیٰ ہمیشہ مجھے محفوظ اور معصوم فرمائے گا۔ یا مشرکون کے زمانہ میں زمین پر بود وباش رکھنا منافی تطہیر ہے۔ اگر ایسا ہی صحیح ہے۔ تو جملہ انبیاء علیہم السلام کی تطہیر جو ہمیشہ مشرکین

کے ازمنہ میں ہوتے رہے ہیں ۔ مثل حضرت مسیح علیہ السلام کے بہ رفع جسد آسمان پر ہونی چاہیئے تھی ۔ جو بالکل منقول نہیں ہے ۔ اور اللہ تعالےٰ کا آیۂ تطہیر بحق اہل بیت نازل فرمانا کوئی معنی نہیں رکھتا ۔ کیونکہ مشرکین اس وقت سے ہمیشہ دنیا میں چلے ہی آئے ہیں ۔

پس مطہرک سے بقرینہ من الذین کفروا ۔ ان الزامات سے حضرت مسیح علیہ السلام کو پاک کرنا مقصود تھا ۔ جو کہ منکروں یعنے یہود نے حضرت مسیح اور ان کی پاک پیدائش پر اور ان کی پاک نبوت پر لگائے ۔ اور لگانے چاہتے تھے ۔ یعنی معاذ اللہ یہ حرام کی پیدائش اور تورات کو بگاڑنے والا ہے ۔ یعنی ۔ زندیق بے دین اور مفسد ہے ۔ جس نے ہمارے دین میں آکر فساد ڈال دیا ۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس لفظ مطہرک کی ان کو بشارت فرمائی ۔ کہ میں تجھ کو کافروں یعنی یہود کے الزامات سے پاک صاف کردوں گا ۔ جس تطہیر کو اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کو نازل فرماکر مکمل کردیا ۔ جو آیات ذیل سے ظاہر ہے ۔ حضرت مسیح کی ولادت پر اعتراض کا جواب اس آیہ شریفہ میں ہے ۔ ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربھا وکتبہ وکانت من القانتین ۔ پ ۲۸ سورہ تحریم ؛

ترجمہ :۔ یعنی وہ عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عصمت کو پاک رکھا ۔ یعنی کوئی بدکاری نہیں کی ۔ تو ہم نے اپنے روح سے اس میں پھونکا ۔ اور اس نے اپنے رب کے کلاموں اور کتابوں کے ساتھ عمل کرکے سچا کردکھلایا ۔ یعنے خدا کے کلمات اور کتابوں پر ٹھیک طرح عمل کرکے اپنے ایمان کو سچا کردکھلایا ۔ اور وہ تابعداروں میں سے تھے ؛

اسی طرح حضرت مریم صدیقہ کے حق میں کئی آیات ان کو یہود کے الزامات سے پاک کرنے کے لئے نازل فرمائیں ۔ جو کئی مختلف مقامات پر قرآن شریف میں موجود ہیں ۔ مثلاً سورہ مریم و انبیاء وغیرہ وغیرہ ؛

اور اسی طرح سے حضرت مسیح علیہ السلام کو جھوٹ سے پاک کرنے کے لئے آیات ذیل میں فرمایا ۔

وقفینا بعیسے بن مریم واتیناہ الانجیل وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ

رافتہ ورحمۃ پ ۲۷-س حدید -

ترجمہ :- یعنی ان کے پیچھے ہم نے مسیح علیہ السلام کو انجیل دیکر بھیجا- اور ان کے پیروؤں کے دلوں میں ہم نے نرمی اور رحمت ڈال دی- یعنی ان کے حواری اور امتی بڑے نرم دل اور رحیم تھے ؛

استنباط - اس آیت سے معلوم ہوتا ہے- کہ انسان کو اس کے عمل سے پہچاننا چاہیئے- یعنے جس کے مریدوں اور متبعین میں نرمی اور خدا ترسی ہو- وہ سوائے سچائی کے نہیں ہو سکتی- غور کرنے کا مقام ہے ؛

ایسے ہی اور بہت سی آئتیں یہود کے الزامات سے پاک کرنے کے لئے قرآن شریف میں موجود ہیں- جن سے مطہرک کی بشارت اعلیٰ درجہ پر پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہے ؛

مولوی صاحب کا مثال رفعتہ الی السلطان اور دفع الی النبی صلعم الصبی کا پیش کرنا واسطے رفع جسمی کے آیت رافعک میں نامناسب اور بے موقعہ ہے- کیونکہ اس مثال میں رفع جسمانی مخلوق کی طرف ہے- اور رفع الی اللہ نہیں ہے- یہ مدعا ثابت ہوتا- جو مولوی صاحب کوئی مثال جس میں رفع جسمانی الی اللہ ہو- آیت متنازعہ فیہا کے واسطے لاتے- کہ جس میں رفع جسمانی کھلم کھلا فریقین کو معلوم ہو جاتا ؛

ہم اس بات میں مولوی صاحب سے متفق الرائے ہیں- کہ متوفیک اس جگہ بمعنی ماضی وحال نہیں ہے- بلکہ بمعنی استقبال ہی ہے- کیونکہ بیشک ان کو یہ وعدہ موت طبعی سے وفات پانے کا حیات میں ملا تھا- لیکن رافعک کا وعدہ بھی اسم فاعل ہی میں ہے- اسی طرح وہ بھی معنی ماضی اور حال میں نہیں ہے- بلکہ بمعنی استقبال ہے- تو اس آیت سے حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی رفع ثابت نہیں ہوتا- کیونکہ ابھی تو وعدہ ہی وعدہ ہے- پھر مولوی صاحب کا اس آیت کو پیش کرنا رفع جسمی کے اثبات اور وقوع کے لئے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ؛

اگر یہ سوال ہو کہ آیت متوفیک کا وعدہ پورا ابھی ہوا ہے یا نہیں- تو اس کے جواب میں عرض ہے- کہ اللہ تعالےٰ نے اس وعدہ کی مدت سے پورا ہو جانے کی خبر اس آیت میں فرمائی - واذ قال اللہ یٰعیسےٰ بن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی

دامی الٰہین من دون اللہ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم الخ پ ۷ - س مائدہ -

ترجمہ :- میں نے ان کو اور کچھ نہیں کہا۔ یعنی اپنے متبعین کو سوائے اس کے کہ جو آپنے مجھ کو امر کیا۔ کہ اللہ کی بندگی کرو۔ جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اور میں ان پر نگہبان رہا جب تک ان میں رہا۔ جب تو نے مجھے فوت کر دیا۔ تو تو ان پر رقیب یعنی نگہبان تھا۔

الحدیث۔ اس آیت کے زیر یہ حدیث مفسر ہے۔ الا وانہ یجاء برجال من امتی ..... فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی الخ فیقال ان ھولاء لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم :

اس آیت سے صریح معلوم ہوتا ہے۔ کہ نصاریٰ بعد وفات مسیح علیہ السلام مبتلائے شرک ہوئے۔ اگر حضرت مسیح زندہ مانے جاویں۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ اب تک ان میں موجود ہیں اور نصاریٰ راہ راست توحید پر ہیں۔ لیکن نصاریٰ کے شرک کی خبر قرآن شریف میں بکثرت موجود ہے۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم - پ ۶ - مائدہ

قالت النصارٰے مسیح بن اللہ پ ۱۰ - توبہ

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ پ ۶ - مائدہ

وغیر ذلک من آیات :

اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نصاریٰ کے شرک میں مبتلا ہونے سے پہلے حضرت مسیح فوت ہو گئے۔ اور متوفیک کا وعدہ تب ہی کا پورا ہو چکا ہے۔ جس کے بعد

ما فعلک الیّ وغیرہ کے دعوے اپنی اپنی باری سے پورے ہو گئے۔ اور بر صورت آپ کے رفع جسد والے معنے کے اس رفع کے وعدہ کا ایفا کہیں مذکور نہیں۔

اور یہ جو مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ واؤ عاطفہ بغیر ترتیب کتب نحو میں مشرح ہے اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ ہر جگہ واؤ عاطفہ ترتیب نظمی کو بگاڑ دیتی ہے۔ اور ہر جگہ تقدیم وتاخیر مراد ہوتی ہو۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ واؤ عاطفہ جمع کے لئے اور ترتیب سے ساکت ہے یعنی چُپ ہے۔ یاد رہے۔ کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نظم قرآنی ملحوظ رکھ کر مقدم الذکر کو مقدم فی المراد رکھا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کے باب الحج میں مذکور ہے کہ وقت سعی صفا و مروہ کے آپ کھڑے ہو گئے۔ اور یہ آیت شریف آپ نے پڑھی۔ ان الصفاء والمروہ من شعائر اللّٰہ۔ پ۲۔ بقرہ۔ پھر فرمایا۔ ابدء بما بدأ اللّٰہ بہ۔ یعنے ہم بھی اسی سے سعی شروع کرتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے ابتداء میں ذکر فرمایا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وقت تفسیر قرآن سنت نبویہ یہ ہے۔ کہ وقت تردد فی الترتیب ترتیب قرآنی کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

اور مولوی صاحب کا آیت واسجدی وارکعی کا تقدیم تاخیر کے لئے پیش کرنا ان کو مفید نہیں۔ پڑھو آیت لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا ولو شاء اللّٰہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم پ۶۔ مائدہ

یعنے ہر ایک امت کے لئے ہم نے علیحدہ شریعت مقرر کی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی اور ہماری طرز نماز میں ضرور فرق ہے۔ اس لئے آپ کو پہلے ثابت کرنا چاہیئے تھا۔ کہ ان کی (یہود) نماز کی ترتیب ہماری نماز کی مانند تھی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ نماز سجدہ والی علیحدہ ہو۔ اور رکوع والی علیحدہ۔ یا ترتیب میں ہم سے کچھ فرق ہو۔ بحوالہ قرآن اور حدیث اس عمل عبادت پر آپ کو روشنی ڈالنی چاہیئے۔

اور جو یہ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ دریں صورت تقدیم وتاخیر میں کوئی حرج و نقص عبارت قرآن شریف لازم نہیں آتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب یہ تقدیم وتاخیر اس لئے قبول فرماتے ہیں۔ کہ متوفیک جو بمعنے ممیتک ہے جس سے حضرت

مسیح علیہ السلام کا مرنا رفع سے پہلے ماننا پڑتا ہے۔ اس سے بچ جاویں۔ تو غور کر کے فرمائیے گا کہ آپ لفظ متوفیک کو اپنی جگہ سے اٹھا کر کہاں رکھیں گے۔ شاید آپ فرماویں۔ کہ رافعک کے بعد رکھا جاوے گا۔ تو عبارت اس آیت شریفہ کی یوں ٹھہری۔ یٰعیسیٰ انی رافعک الی انی متوفیک ومطہرک من الذین کفروا الخ

جسکا ترجمہ یہ بنا۔ اے عیسیٰ میں تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور پھر ماروں گا۔ اور پھر کافروں سے پاک کروں گا۔

جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ نظم عبارت مولوی صاحب کی مسلمہ واقعات کے خلاف ہے۔ یعنی مولوی صاحب مانتے ہیں۔ کہ رفع ہو چکا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی مان لیا ہے کہ تطہیر بھی ہو چکی ہے۔ جب رفع اور تطہیر ہو چکی ہے۔ تو چاہیئے تھا کہ موت مسیح بھی جو ان دونوں کے درمیان میں تھی۔ ضرور واقعہ ہو گئی ہو۔ کیونکہ مولوی صاحب کے نظم مجوزہ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ آپنے متوفیک ماقبل مطہرک تجویز فرمایا ہے۔ تو اس وقت موت کا واقعہ ہونا تطہیر سے پہلے لازم آیا۔ جس پر یہ مثال پنجابی صادق آتی ہے ؎

"موسے نتھا موت تھیں اگے موت کھڑی" ؎

اگر موت سے حضرت مسیح علیہ السلام کو بچانے کے لئے لفظ متوفیک کو بعد لفظ مطہرک رکھنا تجویز فرماویں۔ تو آیت شریفہ کی عبارت یوں ہو گئی۔ یٰعیسیٰ انی رافعک الی ومطہرک من الذین کفروا ومتوفیک وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ۔

ترجمہ۔ اے عیسیٰ میں تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور پھر تجھ کو کافروں سے پاک کروں گا۔ اور پھر تجھ کو ماروں گا۔ اور پھر تیرے متبعین کو قیامت تک غالب رکھوں گا کافروں پر ؎

یہ نظم بھی آپکے مسلمہ واقعات کے خلاف ہے۔ چونکہ رفع کا واقعہ ہونا آپ مانتے ہیں۔ تطہیر بھی مان لی ہے۔ اور حضرت مسیح کے متبعین کو کافروں (یہود) پر غالب مانتے ہیں۔ کیونکہ آپ اور ہم کل مسلمانوں کا قرآن شریف پر ایمان ہے جس کی آیات ذیل سے

ثابت ہوتا ہے ؛

ضربت علیهم الذلة این ما ثقفوا الا بحبل من الله وحبل من الناس وباؤ بغضب من الله وضربت علیهم المسکنة ذلك بانهم كانوا يكفرون بايات الله ويقتلون الانبياء بغير الحق ۔ پ ۴ ۔ آل عمران ۔

ترجمہ ۔ ان پر یعنے یہود پر ذلت ماری گئی جہاں پائے جاویں ۔ مگر سوائے تعلق وسیلہ اللہ کے اور وسیلہ لوگوں کے یعنی لوگوں کی ماتحتی میں اور اللہ کے غضب کی طرف رجوع ہوئے ۔ اور ان پر مسکنت لبیس دی گئی ۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کی آیات سے انکار کرتے تھے ۔ اور نبیوں کو قتل کرتے تھے ۔ سوائے حق کے ؛

آیت دوم ۔ قالت الیهود ید الله مغلولة غلت ایدیهم ولعنوا بما قالوا پ ۶ ۔ س مائدہ ۔

ترجمہ ۔ یہود نے کہا ۔ کہ خدا تعالےٰ کے ہاتھ بخیل ہیں ۔ ان کے ہاتھ بخیل ہوں اپنے کہنے سے وہ لعنت کئے گئے ۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ وہ تنگی اور سختی میں آکر خدا تعالےٰ کو گالیاں نکالنے لگے ۔ تو ضرور وہ کسی کے ماتحت میں تھے ۔ اور مشاہدہ تبلاتا ہے ۔ کہ وہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے ہمیشہ ماتحت رہے ؛

آیت سوم ۔ والقینا بینهم العداوة والبغضاء الى يوم القيمة كلما اوقدوا نارا للحرب اطفاءها الله ۔ پ ۶ ۔ مائدہ ؛

ترجمہ ۔ ان کے درمیان آپس میں ہم نے دشمنی اور عداوت ڈال دی ۔ قیامت تک جب کبھی انہوں نے لڑائی کے لئے آگ جلائی ۔ اللہ تعالےٰ نے بجھا دی ۔ یعنی جب کبھی انھوں نے لڑائی کا سامان کیا ۔ بے مراد رہے ؛

ان سب آیات سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہود کو بعد وفات مسیح علیہ السلام نہ کبھی فتح نصیب ہوئی ۔ اور نہ قیامت تک نصیب ہوگی ۔ ہمیشہ تا قیامت مقہور رہیں گے ۔ جس کے پہلے یعنے وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا کے پہلے اب

متوفیک اٹھا کر رکھا ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ غالب آنا متبعین مسیح کا رخواہ حقیقی متبع جو مسلمان ہیں۔ کہ مسیح علیہ السلام کو سچا نبی سمجھتے ہیں یا ادعائی یعنی نصاریٰ۔ جو مسیح کو پاک نبی تو سمجھتے ہیں۔ لیکن غلو میں پڑ گئے ہیں۔ تاہم ان کے بے ادب نہیں) پورا ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے مرنا حضرت مسیح علیہ السلام کا آپ کو ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اس سے یعنی جاعل الذین الخ سے پہلے آپ متوفیک کو نظم میں رکھ چکے ہیں۔

اور اگر حضرت مسیح کو موت سے بچانے کے واسطے جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ کے بعد متوفیک رکھنا تجویز فرمائیں گے۔ تو عبارت آیت اسطرح ہوگی۔ یٰعیسےٰ انی رافعک الی و مطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ و متوفیک ؛

اس مجوزہ نظم کے معنے یہ بنیں گے۔ اے عیسےٰ میں تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور پھر کافروں سے پاک کروں گا۔ اور پھر تیرے تابعداروں کو قیامت تک کافروں پر غالب رکھوں گا اور پھر تجھ کو ماروں گا۔ یعنے قیامت کے بعد۔ تو اس سے یہ لازم آیا۔ کہ حضرت مسیح بعد قیامت مریں گے۔ اور ان کے لئے ایک اور علیحدہ قیامت آئے گی ؛

اب فرمایئے گا۔ لفظ متوفیک کو اپنی جگہ سے اٹھانے پر کوئی نقص اور حرج واقعہ ہوتا ہے یا نہیں۔ سبحان اللہ تعالےٰ شانہ عن ذالک۔ اس آیت قرآنی کے نظم کا یہ ایسا معجزہ ہے۔ کہ اگر اس کو کوئی شخص آگے پیچھے کرنا چاہے۔ تو اس کے واسطے ہرگز ممکن نہیں۔ کہ اس کو اپنی جگہ سے جہاں اللہ تعالےٰ نے رکھا ہے۔ اٹھا کر دوسری جگہ رکھ کر اپنی مجوزہ نظم قرآنی کے معنی صحیح بنا سکے۔ اب جائے غور ہے۔ کہ لفظ متوفیک اپنی جگہ سے اُٹھ سکتا ہے ؟ تو جواب صاف ہے۔ کہ ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ اپنے موقعہ پر ہے۔ اٹھائے جانے اور پاک کرنے اور فوقیت تبعین الی یوم القیٰمۃ۔ سب سے پہلے لفظ متوفیک یعنی وفات مسیح کے معنے ماننے پڑے۔ اب اس سے پایا گیا۔ کہ اگر وفات مسیح علیہ السلام کسی دیگر آیت قرآنی میں صریح طور پر مذکور نہ ہوتی۔ تب بھی یہی آیت ان کے فوت ہونے کی ثبت ہے حالانکہ اس کی تصدیق کے لئے بھی بہت سی آیات قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اب

آیت اذ قال اللّٰہ الخ کی ترتیب بخوبی ناظرین پر واضح ہو چکی ہے۔ اس میں کوئی تقدم و تاخر نہیں ہے۔ بلکہ جسطرح اللّٰہ تعالےٰ نے ترتیب وار فرمایا ہے۔ اُسی طرح وعدے پورے ہوئے۔ سوائے اس کے خلاصی نہیں ؛

بالآخر

اس عاجز کو یہ بھی خیال ہے۔ کہ اتنے بڑے مضمون سے شائد سامعین نتیجہ نکالنے میں کسی مشکل میں نہ پڑ جاویں۔ کیونکہ ہم نے ایک لشکر آیات و احادیث و حوالجات کتب لغت اپنی تائید میں پیش کر دیا ہے۔ جسکا پڑھنا سمجھنا ایک خاصی محنت کا محتاج ہے۔ اور ایسا نہو۔ کہ اس کو یوں ہی ٹال دیا جاوے۔ اس لئے بخدمت مولوی صاحب بغرض سہل حصول نتیجہ یہ سوال ضروری ہے۔ کہ اس ہمارے مضمون پر محض جرح کر دینا ہی کافی نہ ہوگا۔ جب تک اپنی تائید دعوے میں معنے لفظ متوفیکَ کے پورا پورا بہ جسم خاکی انسانی پکڑ نا آیات قرآنی واحادیث صحیحہ سے ثابت نہ کر دکھلادیں۔ کہ جن میں لفظ توفی صیغہ باب تفعل اللّٰہ تعالےٰ فاعل انسان مفعول بہ اور جسم انسانی خاکی کو پکڑنا مراد ہو۔ کیونکہ مولوی صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں کوئی ایسی آیت یا حدیث ایک بھی پیش نہیں کی۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب ہمارے اس سوال کو پورا کرتے ہیں یا نہیں ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسیح موعودؑ کا علمِ کلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہے۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ یہ ہے۔ کہ آپ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دکھائیں۔ یہ غلبہ بہر حال از روئے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ ہے۔ کیونکہ تلوار سے منوانے میں تو جبر و اکراہ ہے۔ جو نہ دین میں جائز اور نہ اس سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ دین بحیثیت اپنی صداقت کے غالب رہا۔ میں یہاں چند ان ادلہ قطعیہ کا ذکر کروں گا۔ جو حضرت مسیح موعود نے دوسرے مذاہب کی تردید میں پیش فرما کر اسلام کو تمام ادیان پر غالب ثابت کیا ؛

برہمو سماج

پہلا مذہب جو سب مذاہب سے عموماً اور اسلام سے خصوصاً اصولی طور پر سخت اختلاف رکھتا ہے۔ وہ برہمو سماج ہے۔ کیونکہ اس کے پیرو سلسلہ وحی والہام کے منکر ہیں۔ جو مذہب کی بنیاد ہے۔ آریہ وید کو الہامی مانتے ہیں۔ یہود تورات کو۔ عیسائی اناجیل کو۔ پارسی ژند وستا کو۔ غیر احمدی قرآن مجید کو۔ مگر یہ محض عقل کو انسان کی ہدایت کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ رد میں حضرت اقدسؑ نے کئی زبردست دلائل دیئے ہیں۔ منجملہ ان کے پانچ کا ذکر کیا جاتا ہے ؛

دلیل اوّل۔ دنیا میں کوئی کام محض عقل سے نہیں چلتا۔ ہر ایک کام میں ایک علم کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ جیسا کہ ہر شعبۂ کار کو بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ پس یہ کہنا صحیح نہیں۔ کہ عقل کافی ہے ؛

دوم۔ نظام قدرت کو دیکھو۔ انسان کا کوئی عضو بذاتہ مفید کار نہیں۔ جب تک اس کے ساتھ آسمانی مدد نہ ہو۔ آنکھ کا کام دیکھنا ہے۔ مگر سورج کی روشنی کے بغیر وہ کسی کام کی نہیں۔ کان سننے کے لئے ہیں۔ مگر ہوا کے بغیر وہ اپنا کام نہیں کر سکتے۔ حتٰی کہ کنوئیں پانی نہیں دیتے جب تک آسمان سے بارش کا نزول نہ ہو ؛

سوم:۔ مذہب کیا ہے ؟ اللہ کی رضامندی کی راہیں۔ ایک انسان دوسرا انسان (حالانکہ وہ مشہود بالعین اور ہم جنس ہے) کی رضامندی کی راہ معلوم نہیں کر سکتا۔ تاوقتیکہ وہ خود نہ بتلائے۔ تو اس وراء الوراء غیب الغیب ہستی کی رضامندی کی راہیں بغیر اس کے بتانے کے کیونکر معلوم ہو سکتی ہیں۔

چہارم۔ عقل زیادہ سے زیادہ خدا تعالےٰ کی ہستی کے متعلق "ہونا چاہیئے" تک پہنچاتی ہے یہ الہام ہی ہے۔ جو خدا کی ہستی کا یقین دلاتا ہے۔ اور "ہے" کے حق الیقین درجہ تک پہنچاتا ہے ؛

پنجم۔ آدم سے لیکر اب تک ہم دنیا کی تاریخ کو دیکھتے ہیں۔ تو محض عقل و مشاہدہ و تجربہ کی بناء پر کوئی قانون نہیں پاتے۔ بلکہ تمام کا مبدء کوئی نہ کوئی الہام ہے۔ اور یہی سب امم سابقہ کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ اس سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے ؛

آریہ مذہب

آریہ مذہب بلکہ ہر مذہب کی بناء دو باتوں پر ہے۔ قانون یعنے وید۔ قانون پر چلانے والا یعنی رشی۔ اول وید کو لیجئے ؛

پہلی دلیل۔ وید اگر کلام الٰہی اور اس موجودہ زمانے میں بھی ہمارے لئے رہنما ہے تو چاہیئے۔ کہ خدا کا فعل اپنے قول کی صداقت پر شہادت دے۔ وید اگر ساری دنیا کے لئے ہوتے۔ تو خدا تعالےٰ کا فعل اسکی حفاظت کرتا۔ اور اس میں کوئی ملاوٹ نہ ہوتی۔ مگر امر واقعہ اس کے خلاف ہے۔ دیکھو تعزیرات ہند کے جس ایڈیشن پر عملدرآمد ہے۔ گورنمنٹ اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اور کوئی شخص اس میں کچھ رد و بدل کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جو

کلام الٰہی ساری دنیا کے لئے موجب ہدایت ہے۔ اس کے ساتھ حفاظت الٰہی لازمی ہے۔ جیسی کہ قرآن مجید کے ساتھ ہے۔ اور اس کے مقابل کوئی اور کتاب یہ دعوےٰ نہیں کر سکتی ؛

دوسری دلیل ۔ جس زبان میں وہ کلام الٰہی نازل ہو۔ اس زبان کے بولنے والوں کا دنیا سے ناپید ہو جانا بھی اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ اب یہ کتاب قابل عملدرآمد نہیں رہی اور یہ قانون اب رائج نہیں۔ وید جس زبان میں ہیں۔ اس کے بولنے والے موجود نہیں۔ پس یہ دلیل ہے۔ اس پر کہ اب یہ قانون بھی رائج نہیں۔ اور منسوخ ہو چکا ہے ؛

تیسری دلیل ۔ وید اگر زندہ کتاب ہے۔ تو ضروری تھا کہ اس کے اثرات بھی زندہ ہوتے۔ وید کی تعلیم کے اثرات جو پچھلے زمانے میں تھے۔ اب بھی پائے جانے چاہئیں۔ مگر ہمیں کوئی ایسا نمونہ نہیں دکھایا جاتا حتیٰ کہ سوامی دیانند جی بھی وہ عمر نہیں پا سکے۔ جو وید کی تعلیم پر عمل کر کے ایک آریہ پا سکتا ہے۔

برخلاف اس کے قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کرکے اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہونے والے ہر زمانے میں موجود رہے۔ چنانچہ اس صدی کے سر پر بھی آیا ؛

دوم قانون کے لانے والے کی زندگی پر نظر کیجئے ؛

ہر قانون لانے والے کی زندگی کے حالات معلوم ہونے ضروری ہیں۔ کتاب ملنے سے پہلے زمانے کے حالات اس لئے تا معلوم ہو سکے۔ کہ وہ قانون الٰہی اور نبوت دیئے جانے کے قابل تھا یا نہیں۔ مابعد اس لئے تا دوسرے کے واسطے نمونہ ہو سکے۔ اور لوگوں پر واضح ہو جائے۔ کہ جسے وہ کلام الٰہی بتاتا ہے۔ اس پر خود بھی عمل کرتا ہے۔ اب وید کے رشیوں کے حالات تاریکی میں ہیں۔ ان کا کیرکٹر واضح اور پبلک کے سامنے نہیں۔ اور آریہ کسی رشی کی زندگی کا نمونہ نہیں پیش کر سکتے۔ پس نہ تو قانون کے متعلق آریہ مذہب معیار صداقت پر پورا اترتا ہے۔ اور نہ قانون لانے کے بارے میں ؛

وید کی اندرونی تعلیم ۔ اب اندرونی تعلیم کو لیجئے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مادہ۔ روح ازلی ہیں۔ تناسخ درست ہے۔ ادرجات محدود۔ حضرت صاحب نے ان تینوں

باتوں کا رد بدلائل قاطعہ منطق و فلسفہ کے رو سے بھی کیا۔ اور موٹی موٹی عام فہم باتیں بھی بیان فرمائیں۔ ازانجملہ

اول۔ یہ کہ جب مادہ اور اس کے خواص اور روح اور اس کے خواص خود بخود ہیں اور خدا تعالےٰ کا ان میں ذرا بھی دخل نہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ان کا جوڑنا بھی از خود نہ سمجھ لیا جائے۔ اور آریہ پرمیشر کو جوڑ توڑ کا حق کیونکر حاصل ہؤا۔ جب کہ نہ اس نے انہیں خریدا۔ نہ پیدا کیا۔ یہ غاصبانہ قبضہ الٰہی شان کے منافی ہے ؛

دوم۔ اگر خدا نے روح و مادہ کو پیدا نہیں کیا۔ تو انسانوں کے دل میں خدا کی محبت کا مادہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ مذہب کی بنیاد اور اس کا اصل الاصول محبت ہے۔ اسی واسطے عیسائیوں میں مشہور ہے۔ کہ خدا محبت ہے۔ پس اس خدا میں کیا حسن ہے اور کیا احسان جس نے نہ مادہ کو پیدا کیا۔ نہ روح کو نہ ان دونوں کے خواص کو۔ پس کیا ضرورت ہے۔ کہ ہم اس کی عبادت کریں۔ اور اس کے ساتھ تعلق میں اپنی نجات سمجھیں ؛

سوم۔ اگر روح و مادہ ازلی ہیں۔ تو خدا کا وجود بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب سب کچھ خود بخود ہے۔ تو جوڑنا کیوں قدیم سے نہیں ؛

دوم۔ مکتی کا مسئلہ ؛

آریہ کہتے ہیں۔ مکتی (نجات) اس لئے محدود ہے۔ کہ انسان کا کام بھی محدود ہے۔

اول۔ ہم کہتے ہیں۔ بدلہ دینے کے وقت کام نہ دیکھو۔ بلکہ بدلہ دینے والے کی شان کو دیکھو۔ ایک فقیر ہے۔ ہم اُسے ایک پیسہ دیتے ہیں۔ ایک نواب نے دس روپے دے دیئے۔ تو کیا اب فقیر کی حیثیت کو دیکھا گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دینے والے نے اپنی شان کو دیکھا ؛

دوم۔ دنیا میں جو الٰہی قانون کام کر رہا ہے۔ اس پر نظر ڈالو۔ ایک بیج انسان ڈالتا ہے اور اس کے عوض سینکڑوں دانے لیتا ہے۔ حالانکہ آریہ نقطۂ خیال سے ضروری تھا۔ کہ ایک دانے کے بدلے میں ایک ہی دانہ ملتا۔ جب خدا کے فعل کی شہادت دنیا میں یوں پائی جاتی ہے۔ کہ ایک دانے کے عوض سینکڑوں دانے دیتا ہے۔ تو ضرور ہے کہ دوسری زندگی میں بھی محدود اعمال کا بدلہ لامحدود دے ؛

سوم - جو شخص دس برس عبادت کرتا ہے - اور پھر مر جاتا ہے - اس کی نیت کو دیکھا جائے کہ وہ تو ہمیشہ عبادت کرنی چاہتا ہے - مرنا اس کے اختیار کی بات نہیں - پس ضرور ہے کہ ہر مومن عابد کو اس کے اعمال حسنہ کا بدلہ لامحدود دیا جائے - کیونکہ وہ جب تک زندہ رہتا - نیک اعمال ہی کرتا رہتا - خدا تعالےٰ نے اگر اس کے روح کو جسم سے الگ کر دیا - تو اس کے اختیار کی بات نہیں ؎

چہارم - اگر خدا تعالےٰ اتنا ہی بدلہ دے - جتنا کسی نے کام کیا - تو اس سے خدا کی محبت نہیں پیدا ہو سکتی - یہ تو بنئے کی دوکان کا معاملہ ہوا - شہر میں ہم بیسیوں دفعہ دکانوں سے سودا لیتے ہیں - مگر اس دوکاندار سے کوئی محبت پیدا نہیں ہوتی - کیونکہ ایک چیز دیتے ہیں - اس کے بدلے میں اتنی ہی لیتے ہیں - لیکن جو ہمارا محسن ہو - اس سے ہم محبت کرتے ہیں - اور اس کی اطاعت فرض جانتے ہیں - پس خدا کو ایک بنئے کی پوزیشن نہ دو - وہ تو مالک اور رحمٰن رحیم ہے ؎

پنجم - پھر ہم اسی دنیا میں کئی عطیے ایسے دیکھتے ہیں - جن کو ہمارے اعمال سے ذرا بھی تعلق نہیں - کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے - کہ ہمیں سورج کس کام کے عوض میں ملا ہے - ہوا کس محنت کا نتیجہ ہے - ماں باپ کس نیک عمل کی جزاء ہے - یہ زمین کس نیکی کے بدلے میں ہے - پس جب اسی دنیا میں آریہ اپنے عقائد کے خلاف خدا کا فعل دیکھتے ہیں - تو مابعد الموت کے لئے کیوں اس بات پر مصر ہیں کہ مکتی محدود ہے ؎

حجت باہرہ - پھر نہ صرف اور دیئے دلائل بلکہ آسمانی نشان سے بھی آریہ مذہب پر حجت ملزمہ قائم کی - یاد کرو ؎

قیامت گرچہ بے نام نشان است ؎ بیاہنگر ز غلمان محمدؐ

وقت - سال - اور ذریعہ سب کچھ بتا دیا - (۲) قادیان کے آریہ اور ہم پڑھو - اور عذاب کا نشان کھلم کھلا دیکھو ؎

عیسائی مذہب

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے پادری بہت سے سادھے بھولے بھالے مسلمانوں کو

بہت دق کرتے تھے ؛

(۱) وہ پیش کرتے۔ کہ مسیح زندہ ہے۔ محمد رسول اللہ فوت ہوگئے۔ پس مسیح افضل ہے۔ حضرت اقدس ؑ نے جواب دیا۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام رسل مرچکے ؛

(۲) وہ کہتے تم خود مانتے ہو۔ مسیح نے پرندے خلق کئے۔ مردے زندہ کئے۔ محمد رسول اللہ نے کیا خلق کیا۔ کونسا مردہ زندہ کیا۔ حضرت اقدس نے جواب سکھایا۔ ربی الذی یحیی و یمیت (۲) ھل من خالق غیر اللہ۔ (۳) اللہ خالق کل شئ۔

(۳) وہ کہتے کہ مسیح آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری موجود ہے۔ اور نہ کھاتا ہے۔ نہ پیتا ہے اور محمد رسول اللہ خاک مدینہ میں مدفون۔ مسیح موعود نے جواب فرمایا۔ (۱) ماجعلنا لبشر من قبلک الخلد۔ (۲) ماجعلنھم جسداً لا یاکلون الطعام۔ (۳) کانا یاکلان الطعام۔ (۴) فیھا تحیون و فیھا تموتون۔ (۵) ولکم فی الارض مستقر۔ یعنی کوئی بشر کرۂ زمینی سے باہر آسمان پر زندہ ہی نہیں رہ سکتا ؛

عیسائی مذہب کی بنیاد صرف مسئلہ کفارہ پر ہے۔ وہ یوں کہ شریعت پر عمل نہیں ہوسکتا۔ انسان گنہگار ہے۔ خدا تعالے معاف نہیں کرسکتا۔ کہ یہ اس کی عدالت کے خلاف ہے۔ پس خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا بھیجتا تا وہ صلیب پر مرکر تمام کے لئے کفارہ ہوجائے۔ اب اگر یہ ثابت ہوجائے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ تو کفارہ باطل ہوجاتا ہے۔ اور کفارہ باطل ہونے سے عیسائی مذہب کی از سرتاپا تردید ہوجاتی ہے۔ اسی کا نام کسر صلیب ہے۔ اور یہی مسیح موعود کا کام تھا۔ پس آپ نے انجیل کی اندرونی شہادت۔ تواریخ سے۔ قرآن مجید سے دیگر دلائل سے ثابت کردیا۔ کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوا۔ پس ایک ہی ضرب سے اس مذہب کی تردید ہوگئی۔ کیونکہ اس کا سارا دارومدار اسی کفارہ یعنی مسیح کی صلیبی موت پر تھا۔ باقی شریعت وغیرہ نہ وہ پیش کرتے ہیں نہ ہمیں اس پر جرح کی ضرورت ؛

سکھ مذہب

سکھ مذہب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جو کچھ باوا نانک صاحب فرمائیں۔ وہ حق ہے۔ اور وہی سچا

مذہب اور طریق نجات ہے ؛

حضرت مسیح موعود نے ثابت کر دیا۔ کہ باوا نانک علیہ الرحمۃ اسلام کے پیرو تھے۔ پس سکھوں پر حجت قائم ہو گئی۔ اور آیت لیظھرہ علی الدین کلہ صادق آئی۔ آپنے باوا نانک صاحب کے کلام سے۔ چولے سے۔ جو ڈیرہ بابا نانک میں ہے۔ (۳) مسلمان صوفیاء کی طرز پر چلہ کشی اور اس نشانات سے۔ (۴) علاقہ فیروز پور میں ایک حمائل سے جسے سکھ باوا صاحب کی پوتھی سمجھ کر زیارت کے لئے جاتے ہیں ثابت کیا۔ کہ باوا نانک علیہ الرحمۃ اسلام کے پیرو تھے۔ پس یہی ایک بات سکھوں پر حجت ملزمہ ہے ؛

مسلمانوں کا اندرونی اختلاف

اب اس کے بعد خود اہل اسلام کو لیجئے۔

دو بڑے فرقے سنی شیعہ ہیں۔ اور ما بہ النزع امر خلافت ہے۔ اس احکم العدل نے ان میں صرف ایک ہی آیت سے فیصلہ کر دیا۔ کہاں تو روایات کا ایک طومار اور احادیث کا انبار اور مختلف تاریخی حکایات اور کہاں ایک ہی آیت وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض نے بتا دیا۔ کہ خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے۔ پس خدا نے ابوبکر رض وعمر رض کو خلافت دیکر بتا دیا۔ کہ خلیفہ بنانا میرا کام ہے۔ اور ان کے نشانات تمکین دین یعنی خلیفۂ وقت کے عقائد پھیل جاویں۔ اور ایک جماعت ان پر عامل ہو۔ اور تبدیل خوف بامن نے بتا دیا۔ کہ وہ مومن کامل۔ صالح الاعمال۔ غیر مشرک۔ ہر قسم کے الزام سے پاک تھے اس ایک ہی دلیل نے وہ کام کیا۔ کہ ہزاروں صفحات کی کتابیں بیکار ہو گئیں۔ اب پھر آپکے بعد سلسلہ خلافت کے قیام نے اس امر کو اور بھی واضح کیا۔ کہ خلفاء کیونکر خدا ہی بناتا ہے۔ اور منکران خلافت کیسے ہوتے ہیں ؛

دوسرا اختلاف ۔ مقلد غیر مقلد کا ہے۔ مقلدوں نے فقہ کو حدیث پر ترجیح دے رکھی تھی۔ اور اہل حدیث نے حدیث کو قرآن پر قاضی ٹھہرایا تھا۔ آپنے ان میں فیصلہ دیا۔ کہ قرآن مجید مقدم ہے۔ پھر سنت پھر وہ حدیث جو قرآن مجید کے مطابق ہو۔ پھر فقہ حنفی اور کو

اس اختلاف کا فیصلہ کیا :

تیسرا اختلاف : - صوفیاء سے تھا جب اس ذوق شوق اور اخلاص فی العمل میں کمی ہوئی - جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھا - تو صوفیاء نے کچھ وظائف اور کچھ اپنی طرف سے وقتی ضرورت کے مطابق طریقے بنائے - نیت نیک تھی - انہیں فائدہ ہُوا - مگر آہستہ آہستہ تصوف ایک نیا مذہب بن گیا - اور نئی شریعت ایجاد ہوئی - لوگ یہ بھول گئے - کہ وصول الی اللہ کا طریق وہی ہو سکتا ہے جو نبی کریم نے بتایا - نمازوں میں وہ ذوق شوق نہ رہا - اور درود و وظائف پر زور دیا گیا - اور لطائف قلبی اور حرکات نبضی پر نظر رہنے لگی - آپ نے آکر پھر وہی ایمان قلوب المسلمین میں پیدا کیا - جو صحابہ کے وقت میں تھا - اور ہم پھر وہی ذوق شوق وہی اخلاص فی العمل وہی لذت صلوٰۃ میں پانے لگے - جو صحابہ پاتے تھے - اور ہم پر بھی وہی انعام ہونے لگے - جو صحابہ پر ہوئے تھے - جو لذت صوفی صاحبان کے حلقۂ خلوت میں سالہا سال بیٹھ کر قسم قسم کی مشقتیں کر کے چلہ کشیوں کے بعد حاصل ہوتی تھی - وہ مسیح موعود کی ایک گھڑی کی صحبت میں پائی - یہ تو صاف ظاہر ہے - کہ صوفی جو ذکر اور اسکا طریق بتاتے ہیں - وہ قرآن و حدیث میں موجود نہیں - پس اس پر عامل ہونا کیا اس بات کا اقرار نہیں - کہ رسول کریم صلعم نے جو طریق وصول الی اللہ بتایا - وہ کافی نہیں - مسیح موعود نے آکر بتایا کہ نہیں کافی ہے - اور پھر اپنے مریدوں کو واصل باللہ کر کے دکھا دیا - صوفی تو ذہنی لذتیں حاصل کرتا ہے - اور صرف مراقبات میں فنا فی الرسول و فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچتا ہے - مگر ہم میں مسیح موعود نے وہ روح صدق پھونکی کہ ہمارے اعمال سے ظاہر ہے - کہ ہم فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ ہیں - ورنہ ذہنی اور خیالی طور پر تو ہندو جوگی اور مسمرائزر بھی کئی مقامات دیکھتے ہیں - اور کئی شعبدے دکھا سکتے ہیں :

چوتھا اختلاف - مختلف غلطیاں تھیں - مثلاً مسیح کو زندہ بجسد العنصری لا یزول و لا یحول محی الاموات خالق الطیور ماننا - (۲) صرف حضرت عیسٰی کو مس شیطان سے پاک سمجھنا - (۳) دجال میں خدائی صفات کا قائل ہونا - (۴) خونی مہدی کا منتظر ہونا جو آکر یا اسلام قبول کرائے گا یا مار دے گا - (۵) مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ بند سمجھنا -

(۶) اس امت محمدیہ میں آنے والے مسیح کا نہ ہونا۔

وغیرہ ذالک سب کو دور کیا ؎

عملی پہلو

یہ تو دلائل کے رد سے اظہار علی الدین کلہ ہوا۔ اب عملی طور پر دیکھو تو بھی آپ نے تمام مذاہب پر حجت قائم کی۔ آریوں کے قائمقام لیکھرام۔ عیسائیوں کے قائمقام آتھم ڈوئی۔ مسلمانوں کے قائمقام چراغدین جمونی۔ ثناءاللہ محمد اسمٰعیل۔ غلام دستگیر۔ مرزا احمد بیگ۔ عبدالحکیم خان۔ (جس کے لئے یہ نشان تھا۔ کہ صادق وکاذب میں فرق کردے۔ سو دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ مسیح موعود کو ایک جماعت دیگئی۔ اور عبدالحکیم خان وحید وطرید رہا۔ ایک بھی اس کا مرید نہ ہوا)

دوم۔ تمام اہل اسلام اس پر متفق ہیں۔ کہ ترقی کے لئے اتحاد کی ضرورت ہے۔ آپ نے ایک جماعت پیدا کردی۔ جو ایک زندہ امام کے ماتحت ہے۔ اور اس لحاظ سے صرف احمدی جماعت ہے۔ جو حقیقی معنوں میں صحابہ کرام کے طریق پر اہل سنت وجماعت ہے ؎

سوم۔ آپ نے جو کام شروع کیا تھا۔ اس کے سرانجام دینے کے لئے چار پانچ لاکھ کی جماعت پیدا ہوگئی۔ اور جیسا کہ قدیم سے سنت اللہ ہے۔ کہ انبیاء بیج ڈالتے ہیں۔ اور ان کے خلفاء ان کے کاموں کو پورا کرتے ہیں۔ ایسا ہی تمام ترقیات کا بیج ڈال کر آپ مرفوع الی اللہ ہوئے اور اب خلفاء کے ذریعہ یہ کام ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالٰے ان کا حافظ وناصر ہے۔ فالحمد للہ علٰے ذالک

المہدی

ناظرین تشحیذ کو معلوم ہوگا۔ کہ خواجہ صاحب نے اعتراض کیا تھا۔ اگر حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ تو ان کا ترکہ ان کی اولاد میں کیوں تقسیم ہوا۔ کیونکہ نبی نہ وارث ہوتا ہے نہ وارث کیا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں ایک مضمون ۱۱ جنوری کے الفضل میں چھپا تھا جس میں بتایا گیا۔ کہ انبیاء میراث پاتے بھی ہیں۔ اور ان کا ورثہ اولاد میں تقسیم بھی ہوتا ہے۔ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ورثہ پایا۔ البتہ آپ کا ترکہ بموجب حدیث لا نورث ما ترکنا صدقۃ تقسیم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ کا خاصہ ہے۔ اصل حدیث یہی ہے اور بخاری باب فرض الخمس سے ثابت ہے۔ کہ حضرت عمر اور حضرت عائشہ صدیقہ کا یہی مذہب ہے۔ اور انھوں نے حضرت ابو بکر کی بیان فرمودہ حدیث کا یہی مطلب سمجھا۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں یرید رسول اللہ نفسہ۔ پھر حسن بصری کا بھی یہی مذہب ہے۔ دیکھو نووی شرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۴۔ انہ قال عدم الا رث منهم مختص به نبینا صلعم۔

اس مضمون پر خواجہ اور اس کے رفقاء تو خموش ہیں۔ اور باوجود کھلی چٹھی کے چپ ان خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔ البتہ شیعوں کے مناظر ہمارے مہربان مولوی مرزا احمد علی صاحب مصنف دلیل العرفان خواہ مخواہ بول اٹھے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔ چنانچہ اس ۱۶ صفحے کے رسالہ میں ان تمام روایات کو نقل کیا۔ لیکن یہ تسلیم نہیں کرتے۔ کہ فیصلۂ حضرت ابو بکر درست تھا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم کی میراث بھی دیگر انبیاء کی طرح تقسیم ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے انھوں نے کوئی ایسے دلائل نہیں دیئے کہ مجھے میں انکی تردید کروں۔ البتہ حسب عادت چند کلمات ناروا ہیں۔ اور میں حیران ہوں کہ مرزا صاحب اہل علم ہو کر کیوں سب و شتم اور رکیک الفاظ استعمال کرتے ہیں جنہیں پڑھکر مخاطب کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ وہ پہلے مہربانی فرما کر نحن معاشر الانبیاء لا نرث کو صحیح حدیث ثابت فرمائیں پھر وہ اپنی تسلی یوں کر سکتے ہیں۔ کہ نبی کا مال دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک جدی وراثت اور دوم جو اس نے قومی روپے سے قومی مفاد کے لئے مہیا کیا ہو سو یہ آخری ترکہ وراثت میں تقسیم نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ دیکھیئے۔ مدرسہ کی عمارت ہے زمین ہے۔ صدر انجمن کے متعلقہ دفاتر کے مکانات ہیں۔ غرض اس قسم کی بہت سی جائداد ہے وہ بالکل تقسیم نہیں ہوئی۔ بلکہ بدستور قومی مفاد کے لئے ہے۔ فدک بھی عام اغراض سلسلہ کیلئے تھا۔ باقی نبی کریم کی بیبیوں یا ان کی بیٹی کا گھر اور اسکا اسباب کسی نے ان سے نہیں چھینا۔ یہ رسالہ المہدی محصول ڈاک بھیجنے پر مرزا محمد ہادی صاحب کوچہ گاماں موچی دروازہ لاہور سے ہر احمدی کو مل سکتا ہے ؛

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۶۴

قیمت ۸/	چھ مشہور دواؤں کا بکس	قیمت ۸/

آزمائش کے لئے — آزمائش کے لئے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گذشتہ ۳۱ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اسی لئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کے لئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہو گئے ہوں۔ یقین دلانے اور آزمائش کے لئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے نمونہ کا بکس بنا ہے جس میں ہر ایک اسقدر کافی ادویہ ہیں۔ کہ آزمائش پورے طور سے ہو سکتی ہے۔ یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ ان کے حالات کی چھپی ہوئی کتاب معہ استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے۔ گھر باریوں کے لئے یہ انمول ہے اور مسافرت کی حالت میں بہت مدد دیتی ہے۔ تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے۔ اپنی خانہ داری کی تھوڑے ہی خرچ میں بہتری ہو سکتی ہے۔ ہر ایک پوری شیشی کے دام الگ الگ ہیں۔

دواؤں کے نام

دمہ کی دوا۔ دمہ کیسا ہی زور میں ہو۔ فوراً دباتی ہے ۔

کولا ٹانک۔ ہر ایک کے لئے طاقت بڑھانے کی دوا۔

مقوی باہ کی گولیاں۔ جیسا نام ویسا فائدہ ۔

عرق کافور۔ ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ۔

جلاب کی گولیاں۔ جلاب کی گولیاں شب کو سوتے وقت کھالینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتی ہے۔

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم و ریاحی درد کی دوا۔

پوری حالت کی فہرست بلا قیمت طلب کر کے دیکھئے ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے ۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نوٹ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری ۱۹۱۶ء کی خوبصورت تیار ہوئی دس شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پتہ لکھنے پر جنتری بلا قیمت و محصول بھیجی جاتی ہے ۔